مطالعہ قرآن حکیم

دورۂ ترجمۂ قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃ البقرۃ

آیات ۱۴۲تا ۱۵۲

﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ
قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ
الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا
لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ
لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ
اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ
قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ
الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا
يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ
رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾
كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ
وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾
فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ﴾

دو رکوعوں پر مشتمل تمہید کے بعد اب تحویل قبلہ کا مضمون براہِ راست آ رہا ہے' جو پورے دو رکوعوں پر پھیلا ہوا ہے۔ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ کون سی ایسی بڑی بات تھی جس کے لیے قرآن مجید میں اتنے شدّ ومد کے ساتھ اور اس قدر تفصیل بلکہ تکرار کے ساتھ بات کی گئی ہے؟ اس کو یوں سمجھئے کہ ایک خاص مذہبی ذہنیت ہوتی ہے' جس کے حامل لوگوں کی توجہ اعمال کے ظاہر پر زیادہ مرکوز ہو جاتی ہے اور اعمال کی روح ان کی توجہ کا مرکز نہیں بنتی۔ عوام الناس کا معاملہ بالعموم یہی ہو جاتا ہے کہ ان کے ہاں اصل اہمیت دین کے ظواہر اور مراسمِ عبودیت کو حاصل ہو جاتی ہے اور جو اصل روحِ دین ہے' جو مقاصدِ دین ہیں' ان کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ نتیجتاً ظواہر میں ذرا سا فرق بھی انہیں بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں اس کی مثال یوں سامنے آتی ہے کہ احناف کی مسجد میں اگر کسی نے رفع یدین کر لیا یا کسی نے آمین ذرا اونچی آواز میں کہہ دیا تو گویا قیامت آ گئی۔ یوں محسوس ہوا جیسے ہماری مسجد میں کوئی اور ہی آ گیا۔ اس مذہبی ذہنیت کے پس منظر میں یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں تھا۔

اس کے علاوہ یہ مسئلہ قبائلی اور قومی پس منظر کے حوالے سے بھی سمجھنا چاہیے۔ مکہ مکرمہ میں جو لوگ ایمان لائے تھے ظاہر ہے ان سب کو خانہ کعبہ کے ساتھ بڑی عقیدت تھی۔ خود نبی اکرم ﷺ نے جب مکہ سے ہجرت فرمائی تو آپؐ روتے ہوئے وہاں سے نکلے تھے اور آپؐ نے

فرمایا تھا کہ اے کعبہ! مجھے تجھ سے بڑی محبت ہے' لیکن تیرے یہاں کے رہنے والے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آپ مکہ میں تھے تو آپؐ کعبہ کی جنوبی دیوار کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہوتے۔ یوں آپؐ کا رُخ شمال کی طرف ہوتا' کعبہ آپؐ کے سامنے ہوتا اور اس کی سیدھ میں بیت المقدس بھی آ جاتا۔ اس طرح ''استقبال القبلتین'' کا اہتمام ہو جاتا۔ لیکن مدینہ میں آ کر آپؐ نے رُخ بدل دیا اور بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ یہاں ''استقبال القبلتین'' ممکن نہ تھا' اس لیے کہ یروشلم مدینہ منورہ کے شمال میں ہے' جبکہ مکہ مکرمہ جنوب میں ہے۔ اب اگر خانہ کعبہ کی طرف رُخ کریں گے تو یروشلم کی طرف پیٹھ ہوگی اور یروشلم کی طرف رُخ کریں گے تو کعبہ کی طرف پیٹھ ہوگی۔ چنانچہ اب اہل ایمان کا امتحان ہوگیا کہ آیا وہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی پیروی کرتے ہیں یا اپنی پرانی عقیدتوں اور پرانی روایات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ جو لوگ مکہ مکرمہ سے آئے تھے ان کی اتنی تربیت ہو چکی تھی کہ ان میں سے کسی کے لیے یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ بقول اقبال:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است!

حالانکہ قرآن مجید میں کہیں منقول نہیں ہے کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا تھا۔ ہوسکتا ہے یہ حکم وحیٔ خفی کے ذریعے سے دیا گیا ہو' تاہم وحی جلی میں یہ حکم کہیں نہیں ہے کہ اب یروشلم کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیے۔ یہ مسلمانوں کا اتباعِ رسولؐ کے حوالے سے ایک امتحان تھا جس میں وہ سرخرو ہوئے۔ پھر جب یہ حکم آیا کہ اپنے رُخ مسجد حرام کی طرف پھیر دو تو یہ اب اُن مسلمانوں کا امتحان تھا جو مدینہ کے رہنے والے تھے۔ اس لیے کہ ان میں سے بعض یہودیت ترک کر کے ایمان لائے تھے۔ مثلاً عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علماءِ یہود میں سے تھے' لیکن جو اور دوسرے لوگ تھے وہ بھی علماءِ یہود کے زیر اثر تھے اور ان کے دل میں بھی یروشلم کی عظمت تھی۔ اب جب انہیں بیت اللہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم ہوا تو یہ اُن کے ایمان کا امتحان ہوگیا۔

مزید برآں بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال بھی پیدا ہوا ہوگا کہ اگر اصل قبلہ بیت اللہ تھا تو ہم نے اب تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے جو نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا بنے گا؟ کیا وہ نمازیں ضائع ہو گئیں؟ نماز تو ایمان کا رکنِ رکین ہے! چنانچہ اس اعتبار سے بھی بڑی

تشویش پیدا ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک مسئلہ سیاسی اعتبار سے یہ پیدا ہوا کہ یہود اب تک یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں اور محمد ﷺ نے ہمارا قبلہ اختیار کر لیا ہے' تو یہ گویا ہمارے ہی پیروکار ہیں' لہٰذا ہمیں ان کی طرف سے کوئی خاص اندیشہ نہیں ہے۔ لیکن اب جب تحویل قبلہ کا حکم آ گیا تو ان کے کان کھڑے ہو گئے کہ یہ تو کوئی نئی ملت ہے اور ایک نئی اُمت کی تشکیل ہو رہی ہے۔ چنانچہ ان کی طرف سے مخالفت کے اندر شدت پیدا ہو گئی۔ یہ سارے مضامین یہاں پر زیر بحث آ رہے ہیں۔

آیت ۱۴۲ ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ﴾ ''عنقریب کہیں گے لوگوں میں سے احمق اور بیوقوف لوگ''

﴿مَاوَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا﴾ ''کس چیز نے پھیر دیا انہیں اس قبلے سے جس پر یہ تھے؟''

یعنی سولہ سترہ مہینے تک انہوں نے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی ہے' اب انہیں یروشلم کی طرف کس چیز نے پھیر دیا؟

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ ''کہہ دیجیے کہ اللہ ہی کے ہیں مشرق اور مغرب!''

یہ وہی الفاظ ہیں جو چودہویں رکوع میں تحویل قبلہ کی تمہید کے طور پر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کسی ایک سمت میں محدود نہیں ہے' بلکہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سب اُسی کے ہیں۔

﴿يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔''

آیت ۱۴۳ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے''

اب یہ خاص بات کہی جا رہی ہے کہ اے مسلمانو! تم اس تحویل قبلہ کو معمولی بات نہ سمجھو' یہ علامت ہے اس بات کی کہ اب تمہیں وہ حیثیت حاصل ہو گئی ہے:

﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ؐ تم پر گواہ ہو۔''

اب یہ تمہارا فرضِ منصبی ہے کہ رسولؐ نے جس دین کی گواہی تم پر اپنے قول وعمل سے دی ہے اُسی دین کی گواہی تمہیں اپنے قول اور عمل سے پوری نوعِ انسانی پر دینی ہے۔ اب تم محمدؐ رسول اللہ ﷺ اور نوعِ انسانی کے درمیان واسطہ (link) بن گئے ہو۔ اب تک نبوت کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک نبی کی تعلیم ختم ہو جاتی یا اس میں تحریف ہو جاتی تو دوسرا نبی آ جاتا۔ اس طرح پے در پے انبیاء ورُسل علیہم السلام چلے آ رہے تھے اور ہر دَور میں یہ معاملہ تسلسل کے ساتھ چل رہا تھا۔ اب محمدؐ رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہو رہی ہے' لیکن نسلِ انسانی کا سلسلہ تو قیامت تک جاری رہنا ہے۔ لہٰذا اب آگے لوگوں کو تبلیغ کرنا' ان تک دین پہنچانا' ان پر حجت قائم کرنا اور شہادت علی الناس کا فریضہ سرانجام دینا کس کی ذمہ داری ہوگی؟ پہلے تو ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ اللہ کی طرف سے جبرائیلؑ وحی لائے اور نبی کے پاس آ گئے' نبی نے لوگوں کو سکھا دیا۔ اب یہ معاملہ اس طرح ہے کہ اللہ سے جبرائیلؑ وحی لائے محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے پاس اور محمد ﷺ نے سکھایا تمہیں' اور اب تمہیں سکھانا ہے پوری نوعِ انسانی کو! تو اب تمہاری حیثیت درمیانی واسطے کی ہے۔ یہ مضمون سورۃ الحج کی آخری آیات میں زیادہ وضاحت کے ساتھ آئے گا۔

وَكَذٰلِكَ (اسی طرح) سے مراد یہ ہے کہ تحویل قبلہ اس کا ایک مظہر ہے۔ اس سے اب تم اپنی ذمہ داریوں کا اندازہ کرو۔ صرف خوشیاں نہ مناؤ' بلکہ ایک بہت بڑی ذمہ داری کا جو بوجھ تم پر آ گیا ہے اس کا ادراک کرو۔ یہی بوجھ جب ہم نے بندے محمد ﷺ کے کاندھوں پر رکھا تھا تو ان سے بھی کہا تھا: ﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾ (المزمل) ''(اے نبی!) ہم آپ پر ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں''۔ وہی بھاری بات بہت بڑے پیمانے پر اب تمہارے کاندھوں پر آ گئی ہے۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ﴾ ''اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر (اے نبی!) آپ پہلے تھے''

﴿اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ﴾ ''مگر یہ جاننے کے لیے (یہ ظاہر کرنے کے لیے) کہ کون رسولؐ کا اتباع کرتا ہے اور کون پھر جاتا ہے اُلٹے پاؤں!''

یہاں اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے بعد وحیٔ خفی کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کو بیت المقدس کی

طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آنحضور ﷺ کا اجتہاد ہو اور اسے اللہ نے قبول فرما لیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد پر اگر اللہ کی طرف سے نفی نہ آئے تو وہ گویا اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا جانا ایک امتحان قرار دیا گیا کہ کون اتباعِ رسولؐ کی روش پر گامزن رہتا ہے اور کون دین سے پھر جاتا ہے۔ اس آزمائش میں تمام مسلمان کامیاب رہے اور ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ٹھیک ہے' ہمارا قبلہ وہ تھا' اب آپ نے اپنا قبلہ بدل لیا ہے تو آپ کا راستہ اور ہے ہمارا راستہ اور!

﴿وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً یہ بہت بڑی بات تھی مگر ان کے لیے (دشوار نہ تھی) جن کو اللہ نے ہدایت دی۔''

واقعہ یہ ہے کہ اتنی بڑی تبدیلی قبول کر لینا آسان بات نہیں ہوتی۔ یہ بڑا احساس مسئلہ ہوتا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ ''اور اللہ ہرگز تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں ہے۔''

ایمان سے یہاں مراد نماز ہے جسے دین کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ یہ بات اس تشویش کے جواب میں فرمائی گئی جو بعض مسلمانوں کو لاحق ہو گئی تھی کہ ہماری ان نمازوں کا کیا بنے گا جو ہم نے سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے پڑھی ہیں؟ مسلمان تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کا پابند ہے' اُس وقت رسول کا وہ حکم تھا' وہ اللہ کے ہاں مقبول ٹھہرا' اِس وقت یہ حکم ہے جو تمہیں رسول کی جانب سے مل رہا ہے' اب تم اس کی پیروی کرو۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ انسانوں کے حق میں بہت ہی شفیق اور بہت ہی رحیم ہے۔''

آیت ۱۴۴ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ﴾ ''(اے نبیؐ!) بلاشبہ ہم آپؐ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھتے رہے ہیں۔''

معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کو تحویل قبلہ کے فیصلے کا انتظار تھا اور آپ ﷺ پر بھی یہ وقفہ شاق گزر رہا تھا جس میں نماز پڑھتے ہوئے بیت اللہ کی طرف پیٹھ ہو رہی تھی۔ چنانچہ آپؐ کی نگاہیں بار بار آسمان کی طرف اٹھتی تھیں کہ کب جبریل امین تحویل قبلہ کا حکم لے کر نازل ہوں۔

﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ ''سو ہم پھیرے دیتے ہیں آپ کو اُسی قبلے کی طرف جو آپ کو پسند ہے۔''

اس آیت میں محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ کی طرف سے بڑی محبت' بڑی شفقت اور بڑی عنایت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کے ساتھ بڑی محبت تھی' اس کے ساتھ آپؐ کا ایک رشتۂ قلبی تھا۔

﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''تو بس اب پھیر دیجیے اپنے رُخ کو مسجد حرام کی طرف!''

﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ ''اور (اے مسلمانو!) جہاں کہیں بھی تم ہو اَب اپنا چہرہ (نماز میں) اسی کی طرف پھیرو۔''

﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''اور یہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی تھی' جانتے ہیں کہ یہ (تحویل قبلہ کا حکم) حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے۔''

تورات میں بھی یہ مذکور تھا کہ اصل قبلۂ ابراہیمیؑ بیت اللہ ہی تھا۔ بیت المقدس کو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک ہزار سال بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا' جسے ''ہیکل سلیمانی'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اَنَّهُ سے مراد یہاں بیت اللہ کا اس اُمت کے لیے قبلہ ہونا ہے۔ اس بات کا حق ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا یہود پر واضح تھا اور اس کے اشارات و قرائن تورات میں موجود تھے' لیکن یہود اپنے حسد اور عناد کے سبب اس حقیقت کو بھی دوسرے بہت سے حقائق کی طرح جانتے بوجھتے چھپاتے تھے۔ اس موضوع کو سمجھنے کے لیے مولانا حمید الدین فراہی کا رسالہ ''ذبیح'' بہت اہم ہے' جس کا ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے ''ذبیح کون؟'' کے عنوان سے کیا ہے۔

﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ غافل نہیں ہے اس سے جو وہ کر رہے ہیں۔''

آیت ۱۴۵ ﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ﴾ ''اور (اے نبی!) اگر آپ ان اہل کتاب کے سامنے ہر قسم کی نشانیاں پیش کر دیں تب

بھی یہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔''

﴿وَمَآ اَنۡتَ بِتَابِعٍ قِبۡلَتَهُمۡ﴾ ''اور نہ ہی اب آپ پیروی کرنے والے ہیں ان کے قبلے کی۔''

یہ تو ﴿لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ﴾ والا معاملہ ہوگیا۔

﴿وَمَا بَعۡضُهُمۡ بِتَابِعٍ قِبۡلَةَ بَعۡضٍ﴾ ''اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں۔''

حد یہ ہے کہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی نہیں کرتے۔ اگرچہ یہود و نصاریٰ سب کا قبلہ یروشلم ہے' لیکن عین یروشلم میں جا کر یہودی ہیکل سلیمانی کا مغربی گوشہ اختیار کرتے تھے اور مغرب کی طرف رُخ کرتے تھے' جبکہ نصاریٰ مشرق کی طرف رُخ کرتے تھے' اس لیے کہ حضرت مریم سلام علیہا نے جس مکان میں اعتکاف کیا تھا اور جہاں فرشتہ اُن کے پاس آیا تھا وہ ہیکل کے مشرقی گوشے میں تھا' جس کے لیے قرآن حکیم میں ''مَكَانًا شَرۡقِيًّا'' کا لفظ آیا ہے۔ عیسائیوں نے اسی مشرقی گھر کو اپنا قبلہ بنالیا۔

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَ هُمۡ﴾ ''اور (اے نبیؐ! بالفرض) اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی''

﴿مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ﴾ ''اُس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا ہے''

﴿اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''تو بلاشبہ آپ بھی ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (معاذ اللہ!)

آیت ۱۴۶ ﴿اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَ هُمۡ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

یہاں یہ نکتہ نوٹ کر لیجیے کہ قرآن حکیم میں تورات اور انجیل کے ماننے والوں میں سے غلط کاروں کے لیے مجہول کا صیغہ آتا ہے ﴿اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ﴾ ''جنہیں کتاب دی گئی تھی'' اور جو اُن میں سے صالحین تھے' صحیح رُخ پر تھے' ان کے لیے معروف کا صیغہ آتا ہے' جیسے یہاں آیا ہے۔ يَعۡرِفُوۡنَهٗ میں ضمیر (ہٗ) کا مرجع قبلہ بھی ہے' قرآن بھی ہے اور محمدؐ رسول اللہ ﷺ بھی ہیں۔

﴿وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ﴾ ''البتہ ان میں سے ایک گروہ وہ ہے''
﴿لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ ''جو جانتے بوجھتے حق کو چھپاتا ہے۔''

آیت ۱۴۷ ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ﴾ ''یہ حق ہے آپؐ کے ربّ کی طرف سے''
اس کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: ''حق وہی ہے جو آپ کے ربّ کی طرف سے ہے''۔
﴿فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾ ''تو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ بنیں۔''

خطاب کا رُخ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے اور آپؐ کی وساطت سے دراصل ہر مسلمان سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اس بارے میں کوئی شک وشبہ اپنے پاس مت آنے دو کہ یہی تو حق ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے۔

آیت ۱۴۸ ﴿وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا﴾ ''ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رُخ کرتا ہے''
﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ﴾ ''تو (مسلمانو!) تم نیکیوں میں سبقت کرو۔''

ہم نے تمہارے لیے ایک رخ معین کر دیا' یعنی بیت اللہ۔ اور ایک باطنی رخ تمہیں یہ اختیار کرنا ہے کہ نیکیوں کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ جیسے نماز کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے باوضو ہو کر قبلے کی طرف رخ کر لیا اور ارکانِ نماز ادا کیے۔ جبکہ نماز کا باطن خشوع وخضوع' حضورِ قلب اور رقت ہے۔ انسان کو یہ احساس ہو کہ وہ پروردگارِ عالم کے روبرو حاضر ہو رہا ہے۔

﴿اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا﴾ ''جہاں کہیں بھی تم ہو گے اللہ تم سب کو جمع کر کے لے آئے گا۔''
﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

آیت ۱۴۹ ﴿وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور جہاں کہیں سے بھی آپؐ نکلیں تو (نماز کے وقت) آپ اپنا رُخ پھیر لیجیے مسجد حرام کی طرف۔''
﴿وَاِنَّہٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ﴾ ''اور یقیناً یہ حق ہے آپؐ کے ربّ کی طرف سے۔''

﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ غافل نہیں ہے اس سے جو تم کر رہے ہو۔''

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا' یہاں کلام بظاہر آنحضور ﷺ سے ہے' مگر اصل میں آپ کی وساطت سے تمام مسلمانوں سے خطاب ہے۔ دوبارہ فرمایا گیا:

آیت ۱۵۰ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور جہاں کہیں سے بھی آپ نکلیں تو آپ اپنا رُخ (نماز کے وقت) مسجد حرام ہی کی طرف کیجیے۔''

﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ ''اور (اے مسلمانو!) جہاں کہیں بھی تم ہو تو (نماز کے وقت) اپنے چہروں کو اسی کی جانب پھیر دو''

تم خواہ امریکہ میں ہو یا روس میں' نماز کے وقت تمہیں بیت اللہ ہی کی طرف رُخ کرنا ہوگا۔

﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾ ''تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی دلیل''

یعنی اہل کتاب بالخصوص یہود کے لیے تمہارے خلاف بدگمانی پھیلانے کا کوئی موقع باقی نہ رہ جائے۔ تورات میں مذکور تھا کہ نبی آخر الزماں کا قبلہ خانہ کعبہ ہوگا۔ اگر آنحضور ﷺ یہ قبلہ اختیار نہ کرتے تو علماء یہود مسلمانوں پر حجت قائم کرتے۔ تو یہ گویا ان کے اوپر اتمامِ حجت بھی ہو رہا ہے اور قطع عذر بھی۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ ''سوائے ان کے جو اُن میں سے ظالم ہیں۔''

شریر لوگ اس قطع حجت کے بعد بھی باز آنے والے نہیں اور وہ اعتراض کرنے کے لیے لاکھ حیلے بہانے بنائیں گے' ان کی زبان کسی حال میں بند نہ ہوگی۔

﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ﴾ ''تو (اے مسلمانو!) ان سے نہ ڈرو''

﴿وَاخْشَوْنِيْ﴾ ''اور مجھ سے ڈرو۔''

﴿وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور اس لیے کہ میں تم پر اپنی نعمت تمام کر دوں''

یہ جو تحویل قبلہ کا معاملہ ہوا ہے اور محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی بنیاد پر ایک نئی اُمت تشکیل دی جا رہی ہے' اسے امامت الناس سے سرفراز کیا جا رہا ہے اور وراثت ابراہیمیؑ اب

اسے منتقل ہو گئی ہے' یہ اس لیے ہے تا کہ اے مسلمانو! میں تم پر اپنی نعمت پوری کر دوں۔

﴿وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور تا کہ تم ہدایت یافتہ بن جاؤ۔''

آیت ۱۵۱ ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ﴾ ''جیسے کہ ہم نے بھیج دیا ہے تمہارے درمیان ایک رسول خود تم میں سے''

﴿يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا﴾ ''وہ تلاوت کرتا ہے تم پر ہماری آیات''

﴿وَيُزَكِّيْكُمْ﴾ ''اور تمہیں پاک کرتا ہے'' (تمہارا تزکیہ کرتا ہے)

﴿وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''اور تمہیں تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی''

﴿وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور تمہیں تعلیم دیتا ہے ان چیزوں کی جو تمہیں معلوم نہیں تھیں۔''

یہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا یاد کر لیجیے جو آیت ۱۲۹ میں مذکور ہوئی۔ اس دعا کا ظہور تین ہزار برس بعد بعثت محمدیؐ کی شکل میں ہو رہا ہے۔ یہاں ایک نکتہ بڑا اہم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی دعا میں جو ترتیب تھی' یہاں اللہ نے اس کو بدل دیا ہے۔ دعا میں ترتیب یہ تھی: تلاوتِ آیات' تعلیم کتاب و حکمت' پھر تزکیہ۔ یہاں پہلے تلاوتِ آیات' پھر تزکیہ اور پھر تعلیم کتاب و حکمت آیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے جو بات کہی وہ بھی غلط تو نہیں ہو سکتی' لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی تنفیذ شدہ (imposed) صورت یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی۔ اس لیے کہ تزکیہ مقدم ہے' اگر نیت صحیح نہیں ہے تو تعلیم کتاب و حکمت مفید نہیں ہو گی' بلکہ گمراہی میں اضافہ ہو گا۔ نیت کج ہے تو گمراہی بڑھتی چلی جائے گی۔ تزکیہ کا حاصل اخلاص ہے' یعنی نیت درست ہو جائے۔ اگر یہ نہیں ہے تو کوئی جتنا بڑا عالم ہو گا وہ اتنا بڑا شیطان بھی بن سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بڑے بڑے فتنے عالموں نے ہی اٹھائے ہیں۔ ''دینِ اکبری'' یا ''دینِ الٰہی'' کی تدوین کا خیال تو اکبر کے باپ دادا کو بھی نہیں آ سکتا تھا' یہ تو ابوالفضل اور فیضی جیسے علماء تھے جنہوں نے اسے یہ پٹی پڑھائی۔ اسی طرح غلام احمد قادیانی کو بھی الٹی پٹیاں پڑھانے والا حکیم نور الدین تھا' جو بہت بڑا اہل حدیث عالم تھا۔ تو درحقیقت کوئی جتنا بڑا عالم ہو گا اگر اس کی نیت کج ہو گئی تو وہ اتنا ہی بڑا فتنہ اٹھا دے گا۔ اس پہلو سے تزکیہ مقدم ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے

کہ یہی مضمون سورۃ آل عمران میں اور پھر سورۃ الجمعۃ میں بھی آیا ہے' وہاں بھی ترتیب یہی ہے:
(۱) تلاوتِ آیات (۲) تزکیہ (۳) تعلیم کتاب و حکمت۔

آیت ۱۵۲ ﴿فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ ''پس تم مجھے یاد رکھو' میں تمہیں یاد رکھوں گا''

یہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ایک بہت بڑا میثاق اور معاہدہ ہے۔ اس کی شرح ایک حدیث قدسی میں بایں الفاظ آئی ہے: ((اَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ' فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ' وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِنْهُمْ))(۱) ''میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے پاس ہوتا ہوں' اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں' اور اگر وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہت بہتر محفل میں یاد کرتا ہوں''۔ اُس کی محفل تو بہت بلند و بالا ہے' وہ ملأ اعلیٰ کی محفل ہے' ملائکہ مقربین کی محفل ہے۔ امیر خسرو معلوم نہیں کس عالم میں یہ شعر کہہ گئے تھے: ؎

خدا خود میر محفل بود اندر لامکاں خسرو
محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم!

﴿وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ ''اور میرا شکر کرو' میری ناشکری مت کرنا''

میری نعمتوں کا ادراک کرو' ان کا شعور حاصل کرو۔ زبان سے بھی میری نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اپنے عمل سے بھی' اپنے اعضاء و جوارح سے بھی ان نعمتوں کا حق ادا کرو۔

یہاں اس سورۂ مبارکہ کا نصف اوّل مکمل ہو گیا ہے جو اٹھارہ رکوعوں پر مشتمل ہے۔

(۱) صحیح البخاری' کتاب التوحید' باب قولہ تعالیٰ : وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ۔ وصحیح مسلم' کتاب الذکر والدعاء' باب الحث علی ذکر اللّٰہ تعالیٰ۔

فرمان نبوی ﷺ
خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ
''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے''
(رواہ البخاری' عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)